# اجتہاد کا تاریخی پس منظر

## اجتہاد کی حقیقت

جناب مولانا محمد تقی امینی صاحب مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

"اجتہاد" کے لغوی معنی کسی بات کی تحقیق میں انتہائی جد و جہد کرنا۔ کلام عرب میں یہ لفظ اسی جد و جہد میں استعمال ہوتا ہے جس میں محنت شاقہ برداشت کرنی پڑے چنانچہ:

| | |
|---|---|
| اجتهد فی حمل الرحاء | چکی کا پاٹ اٹھانے میں اس نے جد و جہد کی۔ |

کہنا صحیح ہے اور:

| | |
|---|---|
| اجتهد فی حمل خردلة | رائی کا دانہ اس نے اٹھانے میں جد و جہد کی۔ |

کہنا صحیح نہیں ہے۔

**اجتہاد کی تعریف** ائمہ مجتہدین نے اجتہاد کی یہ تعریف کی ہے۔

| | |
|---|---|
| هو استفراغ الجهد | شرعی احکام کی معرفت حاصل کرنے یا |
| وبذل غاية الوسع اما فی | جزئیات پر ان کو منطبق کرنے میں خالی الذہن |
| درك الاحكام الشرعية | ہوکر غور و فکر کی انتہائی طاقت صرف |
| واما فی تطبیقها[۱] | کرنا۔ |

اس طرح اجتہاد کے اصلاً دو مواقع ہیں:۔

(۱) جو مسائل موجود نہیں ہیں ان کا حل دریافت کرنا۔

---

[۱] ابو اسحٰق شاطبی۔ الموافقات ج ۴ کتاب الاجتہاد۔

(۲) جو مسائل موجود ہیں ان کا موقع و محل متعین کرنا۔

پہلے میں چونکہ نئے مسائل کا حل تلاش کرنا ہوتا ہے اس بنا پر غور و فکر کی زیادہ طاقت صرف ہوتی ہے اور دوسرے میں مسائل موجود ہوتے ہیں صرف موقع و محل متعین کرکے قابل نفاذ بنانا ہوتا ہے اس بنا پر زیادہ طاقت نہیں درکار ہوتی بلکہ کم ہی سے صورت حال واضح ہوجاتی ہے۔ غالباً اسی فرق کی وجہ سے اجتہاد تام و ناقص کی دو قسمیں کی گئی ہیں۔

| | |
|---|---|
| فالناقص هو النظر المطلق فی تعرف الحکم و تختلف مراتبه بحسب الاحوال والتام هو استفراغ القوة النظریة حتی یحس الناظر من نفسه عن مزید طلب[۱] | ناقص وہ ہے جس میں حکم کی شناخت میں مطلقاً غور و فکر کیا جائے۔ موقع و محل کے لحاظ سے غور و فکر میں کمی بیشی کے مراتب مختلف ہوتے ہیں تام وہ ہے جس میں غور و فکر کی انتہائی طاقت صرف کی جائے کہ اس سے زیادہ میں مجتہد اپنے کو عاجز محسوس کرے۔ |

فقیہ کا اجتہاد معتبر ہے

اجتہاد کی پہلی شکل ہو یا دوسری۔ اس میں غور و فکر کی انتہائی طاقت درکار ہوتی ہو یا اس سے کم کی ضرورت ہو۔ دونوں صورتوں میں فقیہ (صاحب فن) کا غور و فکر معتبر ہوگا۔ غیر فقیہ سے اس رسائی اور فنی الہام کی توقع نہیں ہوتی۔ جو اجتہاد کے لیے مطلوب ہے۔

| | |
|---|---|
| ومن الفقیه احتراز من بذل الطاقة من غیره فی ذلك فانه لیس باجتهاد اصطلاحی[۲] | اجتہاد کی تعریف میں فقیہ کی قید سے غیر فقیہ کی محنت و جد و جہد سے احتراز مقصود ہے کیونکہ اجتہاد اصطلاحی میں اس کا شمار نہ ہوگا۔ |

فقیہ ہر عالم و مفتی نہیں ہوتا، بلکہ اس کے لیے خاص نظریہ و صلاحیت درکار ہے:

---

[۱] ابن بدران دمشقی۔ المدخل الی مذہب الامام احمد بن حنبل۔ عقد نضید فی الاجتہاد والتقلید۔

[۲] ابن امیر الحاج۔ التقریر والتحبیر ج ۳۔ المقالة الثالثة فی الاجتہاد۔

الفقیہ العالم الذی یشق الاحکام ویفتش عن حقائقھا ما استغلق منھا[1] — فقیہ وہ عالم ہے جو احکام کا تجزیہ کرتا ان کے حقائق کی تفتیش کرتا اور ان کے مشکل امور کو واضح کرتا ہے۔

فقیہ کے لیے معاملہ فہمی و دنیوی مصلحت شناسی ضروری ہے۔

فقیھا فی مصالح الخلق فی الدنیا[2] — دنیوی امور میں خلق خدا کی مصلحتوں کا وہ رمز شناس ہو۔

اس فرق کو عطار و طبیب کے فرق سے سمجھا جا سکتا ہے۔ عطار کا کام زیادہ سے زیادہ اچھی دوائیں جمع کر کے تقسیم کر دینا ہے، جبکہ طبیب کا کام دوا کی جانچ پڑتال کرنا، مرض کا پتہ لگانا اور مرض و مریض کا مزاج معلوم کر کے اس کی مناسبت سے دوا تجویز کرنا ہے۔

**قرآن حکیم سے اجتہاد کا ثبوت**

اجتہاد کے ثبوت میں قرآن حکیم کی یہ آیتیں پیش کی جاتی ہیں:-

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَحَيْثُمَا كُنْتُمْ فَوَلُّوا وُجُوهَكُمْ شَطْرَهُ[3] — اور جس جگہ بھی آپ نکلیں اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیجیے اور جہاں کہیں تم رہو اپنا منہ مسجد حرام کی طرف کر لیا کرو۔

مسجد حرام سے دوری کی صورت میں جبکہ وہ نظر کے سامنے نہ ہو اس کی طرف رخ اجتہاد (ظن و تخمین) ہی کی بنا پر ہوتا ہے۔ نماز جیسی اہم عبادت میں جب یہ حکم مسلم ہے تو زندگی و معاشرے کے دیگر مسائل میں بدرجۂ اولیٰ ہوگا۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ[4] — بس اعتبار کرو اے آنکھوں والے۔

فقہی لحاظ سے اعتبار کا یہ مطلب بیان کیا گیا ہے۔

رد الشئ الی نظیرہ[5] — کسی شے کو اس کی نظیر کی طرف لوٹانا۔

---

[1] جار اللہ زمخشری۔ کتاب الفائق۔ جزء ثانی۔ فقہ۔ [2] الغزالی۔ احیاء العلوم فی اللفظ الاول الفقہ۔ [3] البقرۃ ع ۱۷۔ [4] الحشر ع ۱۔ [5] ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی اصول السرخسی جزء ثانی باب القیاس۔

یعنی جو حکم اس کی نظیر کا ہے وہی حکم اس شے کا قرار دینا۔

| | |
|---|---|
| وَاَنْزَلْنَا اِلَیْکَ الذِّکْرَ لِتُبَیِّنَ | ہم نے آپ پر الذکر (قرآن) اتارا تاکہ جو چیز |
| لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ | لوگوں کی طرف بھیجی گئی ہے آپ ان کے سامنے |
| یَتَفَکَّرُوْنَ [1] | بیان کردیں تاکہ خود وہ غور و فکر کریں۔ |

**فقہی بصیرت کا ثبوت**

"لَعَلَّهُمْ یَتَفَکَّرُوْنَ" کے ذریعہ ایسے تمام لوگوں کو غور و فکر کی دعوت دی گئی ہے جو اس کی صلاحیت رکھتے ہیں۔ لیکن اخذ و استنباط یا اجتہاد میں انہیں کا غور و فکر معتبر ہوگا۔ جو تحقیق و تدقیق کرنے والے ہوں اور جنہیں فقہی بصیرت حاصل ہو جیسا کہ ان آیتوں سے ظاہر ہے

| | |
|---|---|
| وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَی الرَّسُوْلِ وَاِلٰی | اگر اس کو اللہ کے رسولؐ اور اہل علم تک پہنچا |
| اُولِی الْاَمْرِ لَعَلِمَهُ الَّذِیْنَ یَسْتَنْبِطُوْنَهٗ | دیتے تو ان میں جو استنباط کرنے والے ہیں وہ |
| مِنْهُمْ [2] | اس کو سمجھ جاتے۔ |
| فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ کُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ | کیوں نہ ایسا کیا گیا کہ مومنوں کے ہر گروہ میں سے |
| طَآئِفَةٌ لِّیَتَفَقَّهُوْا فِی الدِّیْنِ [3] | ایک جماعت نکل آئی ہوتی تو دین میں فہم و بصیرت |
| | حاصل کرتی۔ |

**دنیوی مصلحت شناسی کا ثبوت**

دنیوی مصلحت شناسی و معاملہ فہمی کی مزید صلاحیت کا ثبوت اس آیت میں ہے:

| | |
|---|---|
| فَفَهَّمْنٰهَا سُلَیْمٰنَ وَکُلًّا | (ہم نے سلیمان (علیہ السلام) کو وہ فیصلہ سمجھا دیا حالانکہ |
| اٰتَیْنَا حُکْمًا وَّعِلْمًا [4] | دونوں (داؤد و سلیمان علیہما السلام) کو ہم نے حکم اور علم دیا تھا۔ |

علم و فضل میں بحیثیت پیغمبر حضرت داؤدؑ و سلیمانؑ برابر تھے لیکن معاملہ فہمی و مصلحت شناسی کا وصف حضرت سلیمان میں زیادہ تھا اسی بنا پر آیت میں ان کی خاص فہم کا ذکر ہے۔ واقعہ اس طرح ہے

---

[1] النحل ع ۶۔ [2] النساء ع ۱۱۔ [3] التوبہ ع ۱۵۔ [4] الانبیاء ع ۵۔

کہ ایک مرتبہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس یہ مقدمہ پیش ہوا کہ رات کے وقت ایک شخص کی بکریوں نے دوسرے کی کھیتی کا نقصان کر ڈالا۔ حضرت داؤدؑ نے بکریوں کی قیمت اور کھیتی کے نقصان کا وازنہ کر کے یہ فیصلہ دیا کہ بکریاں کھیت والے کو دیدی جائیں۔ حضرت سلیمانؑ نے جب یہ فیصلہ سُنا تو فرمایا کہ میرے نزدیک بکریاں کھیت والے کے حوالے کر دی جائیں اور وہ اُن سے دودھ اُون وغیرہ کا فائدہ اٹھاتا رہے اور کھیت بکری والے کے سپرد کر دیا جائے۔ یہاں تک کہ وہ اس کی آبپاشی و دیکھ بھال وغیرہ کر کے پہلے جیسی حالت پہ لے آئے۔ پھر ہر ایک کو اس کا مال واپس کر دیا جائے۔ اس فیصلہ میں چونکہ دونوں کا فائدہ تھا اور نقصان کے تلافی کی شکل بھی تھی اس لیے حضرت داؤدؑ نے اس کو پسند فرما کر اپنے فیصلہ سے رجوع کر لیا۔[۵]

**رسول اللہ کی حدیث اجتہاد کا ثبوت** — اجتہاد کے ثبوت میں رسول اللہ صلعم کی یہ حدیثیں پیش کی جاتی ہیں:-

| | |
|---|---|
| عن معاذ ان رسول اللہ | رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت معاذؓ کو جس |
| صلی اللہ علیہ وسلم حین بعثہ | وقت یمن کا حاکم بنا کر بھیج رہے تھے تو ان سے |
| الی الیمن قال کیف تصنع | سوال کیا کہ جب کوئی فیصلہ (مقدمہ) تمہارے |
| ان عرض لک قضاً قال اقضی | پاس آئے گا تو کیا کروگے؟ جواب دیا کہ اللہ کی |
| بما فی کتاب اللہ قال فان لم | کتاب میں جو کچھ ہے اس کے مطابق فیصلہ |
| یکن فی کتاب اللہ قال فبسنۃ | کروں گا۔ فرمایا اگر اللہ کی کتاب میں نہ ہو تو؟ |
| رسول اللہ قال فان لم یکن | کہا کہ رسول اللہؐ کی سنت کے مطابق فیصلہ |
| فی سنۃ رسول اللہ قال | کروں گا۔ فرمایا اگر رسول اللہ کی سنت میں نہ |
| اجتھد رائی ولا آلو قال فضرب | ہو تو کہا کہ اپنی رائے سے اجتہاد کروں گا۔ اور |
| رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم | اس میں کسی قسم کی کوتاہی نہ کروں گا کہ یہ سنکر |

---

[۵] ابن عربی احکام القرآن ج ۳ - الانبیاء ع ۶ -

صدری ثم قال الحمد للہ | رسول اللہؐ خوش ہوئے اور (اظہار خوشی کے لیے) میرے
الذی وفق رسول رسول اللہ | سینے پر ہاتھ مارا اور فرمایا اللہ کا شکر ہے جس نے رسول اللہ
لما یرضی رسول اللہ[1] | کے فرستادہ کو اس بات کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کو پسندیدہ ہے۔

اس حدیث پر بعض لوگوں نے "سند" کے لحاظ سے تنقید کی ہے جس کا جواب ابن قیمؒ وابن عربی وغیرہ نے دیا ہے[2]۔ اگر روایتی معیار سے اس کو ضعیف تسلیم ہی کر لیا جائے تو درایتی معیار سے اس کا ضعف نہیں باقی رہتا۔ قرآن حکیم کی مذکورہ آیتوں اور رسول اللہؐ کی دوسری حدیثوں سے اس کی تائید ہوتی ہے مثلاً:

اذا حکم الحاکم فاجتهد ثم | حاکم نے جب اجتہاد سے فیصلہ کیا اور درست کیا تو
اصاب فلہ اجران واذا حکم | اس کو دو اجر ملتے ہیں اور اگر غلط فیصلہ کیا تو ایک
فاجتهد ثم اخطأ فلہ اجر[3] | اجر ملتا ہے۔

دوسری روایت میں ہے:

اذا قضی القاضی فاجتهد فاصاب | قاضی نے جب اجتہاد سے فیصلہ کیا اور درست کیا
فلہ عشرۃ اجور واذا اجتہد | تو اس کو دس گنا اجر ملتا ہے اور اگر غلط فیصلہ
فاخطأ کان لہ اجرا واجران[4] | کیا تو اکہرا یا دوگنا اجر ملتا ہے۔

اجر و ثواب کا یہ تفاوت غالباً اجتہاد میں خلوص و محنت کے تفاوت کے لحاظ سے ہے جس کا ذکر اجتہاد تام و ناقص میں ابھی ہو چکا ہے۔

---

[1] ابو داؤد۔ کتاب الاقضیہ باب اجتہاد الرائے فی القضاء۔ [2] ابن قیم۔ اعلام الموقعین ج ۱ حدیث معاذ ابن جبل فی الاجتہاد۔ و ابوبکر ابن عربی۔ احکام القرآن ج ۱۔ نساء ع ۸ تفسیر یاایھا الذین آمنوا اطیعوا اللہ الخ۔ [3] بخاری ج ۲ کتاب الاعتصام باب اجر الحاکم اذا اجتہد الخ و مسلم ج ۲ کتاب الاقضیہ باب اجر الحاکم الخ۔ [4] مسند احمد بن حنبل ج ۲ ص ۱۸۰۔

**رسول اللہؐ نے بہ نفسِ نفیس اجتہاد کا دروازہ کھولا** اجتہاد قرآن و حدیث کے بعد اسلامی قانون کا سرچشمہ ہے نمو پذیر زندگی اور ترقی پذیر معاشرے کی رہنمائی کا واحد ذریعہ ہے اور ہدایت الٰہی کی تکمیل کا اہم باب ہے، اس بنا پر رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے خود بہ نفس نفیس اس کا دروازہ کھولا اور بیشمار مواقع پر اجتہاد کرکے اس کے نشیب و فراز سے واقف کر دیا، تاکہ بعد کے لوگوں کے لیے اور باتوں کی طرح اس میں بھی آپ کی زندگی کا نمونہ ثابت ہو۔ لیکن "وحیِ الٰہی" سے آپ کا تعلق قائم ہونے اور براہِ راست اس سے رہنمائی حاصل کرتے رہنے کی وجہ سے آپؐ کے اجتہاد میں خطاء و صواب کا احتمال نہیں باقی رہتا بلکہ دین و شریعت کے متعلق جو کچھ آپ نے اجتہاد کے ذریعہ فرمایا، وہی اس آیت کے عموم میں داخل ہے۔

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ جس کو رسولؐ تمھیں دیں اس کو لو، اور جس سے تم کو
وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا[1] منع کریں اس سے باز آجاؤ۔

**اجتہادِ رسولؐ کی ایک مثال کے ذریعے وضاحت** رسول اللہؐ کے اجتہاد کو سمجھنے کے لیے طبیب حاذق کے کام میں غور کرنے کی ضرورت ہے جس کی نظر مرض کی قوت، اس کی نوعیت مریض کی عمر جائے رہائش اور موسم نیز دوا و غذا کی قوت ان کی خاصیت و اثر اور پرہیز و علاج سے متعلق تمام باتوں پر ہوتی ہے اور پھر ان کے لحاظ سے وہ بہت سی ان باتوں کی خبر دیتا جن کو لوگ نہیں جانتے ان باریکیوں کا احاطہ کرتا جن سے وہ لا علم ہوتے کبھی وہ امور محسوسہ کو مخفی امور کے قائم مقام قرار دیتا ہے۔ مثلاً چہرے کی سرخی اور مسوڑھے سے خون جاری ہونے کو غلبۂ خون کی علامت قرار دیتا ہے۔ کبھی علامت کو بجائے سببِ مرض اور دوا کی مخصوص مقدار کو بجائے ازالۂ مرض قرار دے کر قاعدہ کلیہ وضع کرتا ہے مثلاً جو شخص فلاں دوا یا معجون کو اتنی مقدار نہ استعمال کرے گا کہ وہ ہلاک ہو جائے۔ کبھی مرض و مریض کی نوعیت و کیفیت کے پیشِ نظر نئی دوائیں اور نئے مرکبات تیار کرکے ان کو مخصوص امراض کے لئے تیر بہدف ثابت کرتا ہے، وغیرہ۔

---

[1] الحشر ع ۱

ظاہر ہے ان کاموں کے لیے مجرد علم طب کافی نہیں ہے فنی حذاقت و مہارت درکار ہے کہ وہ مریض و مرض کے پیش نظر اخذ و استنباط اور ریسرچ و تحقیق کر سکے۔

انسان کی نفسی زندگی کا معاملہ جسمانی سے کہیں زیادہ باریک اور جذب و انجذاب کو قبول کرنے والا ہے اس بنا پر لازمی طور سے اس کے مرض و مریض دوا و غذا اور پرہیز و علاج کی نزاکتوں کو سمجھنے کے لیے فنی حذاقت و مہارت کافی نہیں ہے بلکہ نورانی شعاعوں کی بھی ضرورت ہے جن کے ذریعے ان مخفی تاروں کا عکس لیا جا سکے جن کو چھیڑے بغیر زندگی کے "سازہی" سوز" نہیں پیدا ہوتا اور بہت سے نغمے خاموش رہتے ہیں۔ پھر زندگی خود زندگی سے گریزاں بنتی اور تمدن خود تمدن کا دشمن ثابت ہوتا ہے۔

**شعور نبوت کے ذریعے رسول اللہ کا اجتہاد**

یہ نورانی شعاعیں صرف شعور نبوت کو حاصل ہیں جن کے ذریعے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتہاد فرماتے تھے۔ شعور نبوت سے مراد علم و حکمت کا نور اور فہم و ادراک کا وہ کمال ہے جو نبوت کے تلقی و جدان و داخلی شعور کا نتیجہ اور اس کے لیے لازم ہے۔ یہ "شعور" علم و ادراک کا نہایت اونچا و محفوظ اور ہر قسم کی آمیزش سے پاک ذریعہ سمجھا جاتا ہے، پھر اس کو یہ قوت بھی حاصل ہے کہ برتر شعور یا نور سے تعلق جوڑ کر خارجی و کسب فیض کرے اور "وحی الہی" کی شکل میں وہ علم و ادراک پیش کرے جس کا تعلق خارجی و ماورائی حقیقت سے ہے (شعور نبوت کی مزید بحث راقم کی کتاب "حدیث کا درایتی معیار" میں دیکھنا چاہیئے۔)

**اس اجتہاد کی بلندی و برتری**

اسی حالت میں لازمی طور سے شعور نبوت کے ذریعہ اخذ و استنباط یا اجتہاد دوسروں کے اجتہاد سے بلند و محفوظ ہوتا ہے کیونکہ برتر شعور یا نور سے تعلق قائم ہونے کی وجہ سے اصلاح و وضاحت کا سلسلہ جاری رہتا ہے جو دوسروں کے اجتہاد کو میسر نہیں ہے۔ اسی بنا پر حضرت عمرؓ نے فرمایا۔

ایھا الناس ان الرای انما      اے لوگو! رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

کان من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کان مصیبًا ان اللہ کان یریہ وانّما ھو منّا الظن والتکلف[1]

رائے صاحب بادرست اس لیے ہوتی تھی کہ اللہ آپ کو دکھاتا تھا، ہماری رائے ظن اور تکلف ہے۔

اصلاح واضافے کی صورت

اصلاح و وضاحت کی صورت مثلاً:

ایک مرتبہ حضرت خولہ بنت ثعلبہ نے "ظہار" کے بارے میں آپ سے سوال کیا تو آپ نے جواب میں فرمایا:

ما اراك الا قد حرمت علیہ[2] میری رائے ہے کہ تم اس پر حرام کردی گئی ہو۔

رسول اللہ کی یہ رائے عرب کے مروجہ قانون کے مطابق درست تھی کہ اس میں ظہار کے بعد ہمیشہ کے لیے حرمت ثابت ہوتی تھی۔ لیکن اس قانون میں اصلاح واضافہ کی ضرورت تھی اس بنا پر قرآن حکیم کی آیتیں ظہار سے متعلق نازل ہوئیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کوئی شخص اپنی بیوی کو ماں کے مشابہ قرار دے تو وہ اس کے لیے ہمیشہ نہیں بلکہ اس وقت تک حرام ہے جب تک کفارہ نہ دے اور کفارہ دو مہینہ کے لگاتار روزے رکھنا۔ یا طاقت نہ ہونے کی صورت میں ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ عام طور پر مشابہت ماں کی پشت کے ساتھ دی جاتی تھی جیسے انت علی کظھر امی (تو مجھ پر ایسی ہی ہے جیسے ماں کی پیٹھ) اس بنا پر یہ "ظہار" کے ساتھ مشہور ہے ورنہ پشت کے علاوہ کسی ایسے عضو کے ساتھ مشابہت دی گئی جس کا دیکھنا منع ہے تو وہ بھی ظہار کے حکم میں ہوگا۔

آیتیں یہ ہیں جن میں اصلاح واضافہ ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْكُمْ مِّنْ نِّسَآئِهِمْ مَّا هُنَّ اُمَّهٰتِهِمْ

تم میں سے جو لوگ اپنی عورتوں سے ظہار کریں (ماں سے مشابہت دیں) تو وہ ان کی ماں

---

[1] ابوداؤد۔ کتاب الاقضیہ باب فی قضاء القاضی اذا اخطأ۔

[2] قاضی ثناء اللہ پانی پتی۔ تفسیر مظہری پ ۲۸-ص ۱۔

| | |
|---|---|
| اِنْ اُمَّهٰتُهُمْ اِلَّا الّٰٓئِىْ وَلَدْنَهُمْ | نہ ہوجائیں گی ان کی مائیں وہی ہیں جنہوں نے |
| وَاِنَّهُمْ لَيَقُوْلُوْنَ مُنْكَرًا مِّنَ الْقَوْلِ | ان کو پیدا کیا وہ یہ کہہ کر نہایت بیہودہ اور |
| وَزُوْرًا وَاِنَّ اللّٰهَ لَعَفُوٌّ غَفُوْرٌ | جھوٹی بات کے مرتکب ہوتے ہیں۔ اللہ معاف |
| وَالَّذِيْنَ يُظٰهِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ | کرنے بخشنے والا ہے اور جو لوگ اپنی عورتوں |
| ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِيْرُ | سے ظہار کریں۔ پھر اس سے رجوع کریں جو انھوں |
| رَقَبَةٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّتَمَآسَّا ذٰلِكُمْ | نے کہا تھا تو ہاتھ لگانے سے پہلے ایک غلام |
| تُوْعَظُوْنَ بِهٖ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ | آزاد کرنا ہے اس سے تم کو نصیحت ہوگی، |
| خَبِيْرٌ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ | اور اللہ تمہارے کاموں کی خبر رکھتا ہے پھر جو |
| شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ مِنْ قَبْلِ | کوئی غلام نہ پائے تو ہاتھ لگانے سے پہلے |
| اَنْ يَّتَمَآسَّا فَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ | دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے جو یہ بھی |
| فَاِطْعَامُ سِتِّيْنَ مِسْكِيْنًا ذٰلِكَ | نہ کرسکے تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا دے یہ |
| لِتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ | حکم اس لیے ہے کہ تم اللہ اور اس کے رسولؐ کے |
| وَتِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ وَلِلْكٰفِرِيْنَ | تابعدار ہو جاؤ۔ یہ اللہ کی مقررہ حدیں ہیں |
| عَذَابٌ اَلِيْمٌ[1] | اور کافروں کے واسطے دردناک عذاب ہے |

**ایک بے سود بحث** اس موقع پر یہ بحث بے سود ہے کہ نزولِ وحی کے زمانہ میں اجتہاد کی ضرورت کیا تھی ؟ یا رسول اللہؐ مامور بالاجتہاد تھے بھی یا نہیں ؟ اگر مامور بالاجتہاد تھے تو آپ سطحِ نبوت سے اجتہاد کرتے تھے یا سطحِ اجتہاد سے کرتے تھے ؟ متقدمین کی کتابوں میں یہ بحثیں موجود ہیں لیکن ہمارے نزدیک امام سرخسیؒ کی رائے اس سلسلے میں زیادہ صائب ہے۔ وہ کہتے ہیں:

| | |
|---|---|
| واصح الاقاویل عندنا انہ | ہمارے نزدیک سب سے زیادہ صحیح قول |
| علیہ السلام فیما کان یبتلی بہ | یہ ہے کہ رسول اللہؐ کو جب کوئی ابتلاء پیش |

---

[1] سورۂ مجادلہ ع ۱۔

| | |
|---|---|
| من: نحو الحوادث التي ليس فيها وحي منزل كان ينتظر | آتا جس میں وحی نہ نازل ہوتی تو آپ وحی کا انتظار کرتے تھے جب انتظار کی مدت گزر |
| الوحي الى ان تمضي مدة الانتظار | جاتی تو رائے واجتہاد سے حکم ظاہر فرماتے تھے |
| ثم كان يعمل بالرأي والاجتهاد | اگر اس کے خلاف وحی نہ آتی تو یہ برقرار |
| ويبين الحكم به فاذا اقر عليه | رکھنے کی دلیل ہوتی تھی۔ |
| كان ذلك حجة قاطعة للحكم[1] | |

رسول اللہ ؐ کی سطح نبوت وسطح اجتہاد میں حد فاصل قائم کرنا نہایت دشوار ہے اگر بالفرض قائم بھی ہو جائے تو نتیجہ کے لحاظ سے کوئی فرق نہ ہوگا۔ عملی لحاظ سے دونوں سطحوں کے اجتہاد کا یکساں حکم ہوگا، پھر خواہ مخواہ کے لیے ذہن کو اس قسم کی بحثوں میں الجھانے سے فائدہ کیا ہے؟

**شعور اجتہاد کے ذریعے دوسروں کا اجتہاد**

رسول اللہ ؐ کے علاوہ دوسرے لوگوں کا اجتہاد شعور اجتہاد کے ذریعہ ہوتا ہے جس کی تعریف یہ کی جا سکتی ہے۔

| | |
|---|---|
| ملكة يقتدر بها على استنباط | ایسا "ملکہ" کہ جس کے ذریعہ اصل سے فرع |
| الحكم الشرعي الفرعي من الاصل۔ | کا شرعی حکم استنباط کرنے پر قدرت حاصل ہو۔ |

اس شعور کی تکوین شعور عقل اور شعور قلب دونوں کے "آمیزہ" سے ہوتی ہے۔ عقل کی طرح قلب بھی شعور رکھتا ہے جس کے کئی درجے ہیں مثلاً:

فراست: وہ درجہ جس کے ذریعہ انسان بعض ظاہری علامتوں کو دیکھ کر صحیح نتیجہ تک پہنچتا ہے۔

کشف: وہ درجہ جس میں حسب مراتب انسان کے احوال و دیگر حقائق منکشف ہوتے ہیں۔

الہام: وہ درجہ جس میں غیبی ذریعہ سے خود بخود علم و ادراک کا القاء ہوتا ہے۔

قرآن حکیم نے کئی جگہ شعور قلب کو تعقل کے بجائے تفقہ سے تعبیر کیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ

---

[1] ابوبکر محمد بن احمد بن ابی سہل السرخسی۔ اصول السرخسی الجزء ثانی فصل فی بیان طریقة رسول اللہ فی اظہار الحکم۔

نفس کے اجتہادی مسائل کو اس کے ساتھ خاص مناسبت ہے۔ نیز یہ کہ اجتہاد سے کام لینے کے لیے عقلی بصارت کے ساتھ قلبی بصیرت کو بھی بروئے کار لانے کی ضرورت ہے۔

قرآنِ حکیم میں ہے:-

لَهُمْ قُلُوبٌ لَا يَفْقَهُونَ بِهَا[1] — ان کے پاس دل ہیں جو سمجھتے نہیں ہیں۔

فَطُبِعَ عَلَىٰ قُلُوبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُونَ[2] — ان کے دلوں پر مہر لگادی گئی ہے کہ وہ نہیں سمجھتے ہیں۔

**شعور نبوت کی قائم مقامی** در اصل شعورِ اجتہاد شعورِ نبوت کے قائم مقام ہے۔ ختمِ نبوت اپر یہ سلسلہ اس وقت ختم کیا گیا جبکہ شعورِ اجتہاد اس کی قائمقامی کے قابل بن گیا۔ یعنی اُس میں اس درجہ پختگی، توانائی اور خود اعتمادی پیدا ہوگئی کہ زندگی و معاشرہ کے مسائل حل کرنے کے لیے بار بار آسمان کی طرف نظر اٹھا کر دیکھنے کی ضرورت نہ رہ گئی (جیسا کہ ختمِ نبوت سے قبل رسول اور نبی کے ذریعے آسمانی ہدایت کا انتظار رہتا تھا)۔ بلکہ وہ خود غور و فکر اور تلاش و جستجو سے یہ مسائل حل کرنے لگا۔

**شعورِ اجتہاد کے فیصلے خالص و بے آمیز نہیں ہوتے** لیکن زندگی و معاشرے کا تجربہ رکھنے والے ماہرین و مفکرین اس حقیقت سے بخوبی واقف ہیں کہ شعورِ عقل و شعورِ قلب کے فیصلے و نتائج طبعی خصوصیات و بشری کمزوریوں سے خالص اور بے آمیز نہیں ہوتے ہیں بلکہ حسی تجربات، رسمی رجحانات اور وضعی حالات بھی ان دونوں میں اس قدر پیوست ہوتے ہیں کہ کُلّی طور پر ان کو کسی وقت جدا نہیں کیا جا سکتا۔[3]

ایسی حالت میں لازمی طور سے شعورِ اجتہاد (جس کی تکوین میں ان دونوں کی آمیزش ہے) کے فیصلے

---

[1] الاعراف ع ۲۲ر [2] المنٰفقون ع ۱ [3] عقل، قلب اور ان کے حجابات وغیرہ پر تفصیلی بحث اور قدیم و جدید ماہرین و مفکرین کے اقوال کے لیے ملاحظہ ہو راقم الحروف کی کتاب "لامذہبی دور کا تاریخی پس منظر" اور "تہذیب کی تشکیل جدید" جو ندوۃ المصنفین دہلی سے شائع ہو چکی ہیں۔

نہ تمام تر بالکل خالص و بے آمیز ہوں گے اور نہ زندگی و معاشرے کے مسائل حل کرنے کے لیے اس کو آزاد خود مختار چھوڑنے کی اجازت ہوگی بلکہ ہر موڑ و ہر وقت پر اس کے لیے ایک بلند و برتر رہنما کی تلاش کی ضرورت ہوگی کہ جس کی رہنمائی میں حق المقدور اپنے فیصلے و نتائج میں نکھار و جلا پیدا کر سکے اور جس کا دامنِ عصمت اس کی تر دامنی کے لیے ذریعہ نجات بن سکے۔

**شعورِ نبوت کی رہنمائی**

یہ "رہنما" شعورِ نبوت ہے کہ انسانوں کی دنیا میں اس سے زیادہ کسی اور کے خالص و بے آمیز ہونے کی ضمانت نہیں ملتی۔ اس شعور سے رہنمائی حاصل کرنے کا براہِ راست سلسلہ ختم نبوت کے ساتھ اگرچہ ختم ہوگیا لیکن اس سے حاصل شدہ علم و ادراک کی دونوں قسمیں موجود و محفوظ ہیں۔

(۱) وہ علم و ادراک جو برتر شعور یا نور سے تعلق جوڑ کر شعورِ نبوت نے حاصل کیا ہے جس کا تعلق خارجی و ماورائی حقیقت سے ہے اس کا اصطلاحی نام "قرآن" ہے۔

(۲) وہ علم و ادراک جو نبوت کے خلقی وجدان و داخلی شعور کا نتیجہ اور "قرآن" کی معنوی دلالت سے اخذ و استنباط کیا ہوا ہے اس کا اصطلاحی نام "حدیث" ہے۔

اسلام کے قانونی نظام میں شعورِ اجتہاد کے اصل رہنما یہی دو ہیں جن کی رہنمائی میں وہ شعورِ نبوت کی قائم مقامی کا شرف حاصل کرتا اور اپنی پاک دامنی کے لیے رفوگری کا سامان مہیا کر کے فائز المرام ہوتا ہے۔

(باقی)